بسم اللہ الرحمن الرحیم

إِنَّ الْحَمْدَ لِلّٰهِ نَحْمَدُهُ وَنَسْتَعِينُهُ وَنَسْتَغْفِرُهُ وَنَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُورِ أَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ أَعْمَالِنَا مَنْ يَهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهُ وَمَنْ يُضْلِلْ فَلَا هَادِيَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُولُهُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ تَسْلِيمًا كَثِيرًا۔ أَمَّا بَعْدُ:

103: باب 62-اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذمہ اور امان دینے کی ممانعت

[آیت (النحل:91)،(مسلم:1731)]

لكتاب التوحيد الذي هو حق الله على العبيد لشیخ الاامام العلامہ محمد بن عبد الوہاب التمیمی رحمۃ اللہ علیہ کی اس عظیم کتاب کی شرح کا درس جاری ہے اور آج کے درس میں ایک نئے باب سے درس کا آغاز کرتے ہیں شیخ صاحب فرماتے ہیں "باب ما جاء في ذمة الله وذمة نبيه صلى الله عليه وسلم" (اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذمہ)۔

یعنی ضمانت اور امان دینے کی ممانعت یا امان دینے کا حکم کیونکہ حکم ممانعت کا ہے تو جو باب ہے اس میں حکم کو نہیں بیان کیا گیا، اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذمہ اور امان دینے کا حکم۔

آج کے درس میں ہم یہ جاننا چاہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی کو بات کرتے ہوئے اپنی بات کو مضبوط کرے اللہ تعالیٰ کے عہد سے یا قسم سے یا اسے کوئی ضمانت دے دے تو یہ عہد اور قسم اور ضمانت جو ہے اس کی کیا حیثیت ہے ہماری باتوں میں اور جو شخص اس طریقے سے بات کرتا ہے وہ شخص کیسا ہے، اور اس چیز کا تعلق توحید سے کیا ہے اب شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس بات کو کتاب التوحید میں کیوں بیان کیا ہے۔

دیکھیں اللہ تعالیٰ کی عظمت اس چیز سے وابستہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت موحدین ہی جانتے ہیں اور موحدین وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی معرفت توحید کی بنیاد سے جانتے ہیں توحید کا معنی کیا ہے، توحید کی کتنی قسمیں ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا حق کیا ہے۔

جب بات کرتے ہوئے ہم قسم کھاتے ہیں اللہ کی قسم کھاتے ہیں تو ہم اپنی بات کو مضبوط کر دیتے ہیں اور اس بات پر قسم کی گرہ ڈال دیتے ہیں کہ جو میں بات کر رہا ہوں وہ سچ بات ہے اور سننے والا جب اللہ تعالیٰ کا نام سنتا ہے اگر وہ مومن ہے متقی ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والا ہے تو پھر اس کے ایمان اور تقویٰ کا یہ تقاضہ ہے کہ وہ آپ کی بات کی تصدیق کر لے۔
پچھلے ابواب میں قسم کے متعلق سے شیخ صاحب نے کئی باب باندھے ہیں اور پچھلا باب بھی قسم کے متعلق تھا اور یہ اور اگلا باب بھی اس کے اندر بھی قسم کا مفہوم شامل ہے تو توحید کامل کا تقاضہ یہ ہے کہ جب بھی کوئی انسان اللہ تعالیٰ کی قسم کھائے تو اس قسم کی پاسداری کرے اس قسم کا حق ادا کرے اور جب بھی کسی شخص سے بات کرے اور اللہ تعالیٰ کی ضمانت دے یا اللہ تعالیٰ کی امان دے تو اس کو پھر پورا کرے کیونکہ اگر اس کو وہ پورا نہیں کرتا تو اس کا مطلب ہے وہ شخص جھوٹا ہے اور اس نے جو امان دیا ہے جو ضمانت دی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس میں بھی وہ جھوٹا ہے اور اس کا حق ادا نہیں کیا اور سننے والے کو دھوکا بھی ہوا ہے تو اس اعتبار سے اس شخص سے کئی غلطیاں ہوئیں۔
اس لیے شیخ صاحب رحمۃاللہ علیہ نے یہ باب باندھا ہے تاکہ کوئی بھی شخص جب کسی شخص کو اللہ تعالیٰ کا ذمہ یا ضمانت یا امان دیتا ہے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی امان اور ذمہ نہ دے کیونکہ اگر وہ اپنے اس وعدے کو پورا نہیں کرتا اور اس سے غلطی ہو جاتی ہے تو حقیقتاً ایسا شخص اللہ تعالیٰ کی ضمانت کو بھی جھٹلاتا ہے اللہ تعالیٰ کے دیئے ہوئے امان کو بھی جھٹلاتا ہے تو اس سے بہتر یہ ہے کہ انسان اپنی ضمانت دے دے اپنے جیسے کسی انسان کی ضمانت دے دے، مخلوق اگر اپنی ضمانت سے پھر جاتا ہے تو یہ بھی گناہ ہے یاد رکھیں، زبان دے کر مکر جانا پھر جانا یہ کبیرہ گناہ ہے لیکن اس سے بڑھ کر گناہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ضمانت دے کر اس سے مکر جاؤ اور اسے پورا نہ کرو اور دونوں لوگ ایک جیسے نہیں ہیں۔
ایک شخص اپنی ضمانت دے کر پھر جاتا ہے اور دوسرا اللہ تعالیٰ کی ضمانت دے کر مکر جاتا ہے دونوں برابر ہیں کیا؟ ہر گز نہیں۔ بُرے تو دونوں ہی ہیں برائی دونوں کے اندر ہے لیکن جہاں پر ایمان اور توحید کی بات آتی ہے تو دوسرا بڑی غلطی پر ہے۔ تو آیئے دیکھتے ہیں شیخ صاحب رحمۃاللہ علیہ نے اس بات کو کس طریقے سے بیان کیا ہے دلیل کے ساتھ، شیخ صاحب فرماتے ہیں:

"وقول الله تعالى" (اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان) ﴿وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ﴾ (النحل:91) (اور جب تم اللہ تعالیٰ سے عہد کرو تو اس کو پورا کرو) ﴿وَلَا تَنْقُضُوا الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا﴾ (اور قسمیں مضبوط کرنے کے بعد اُن کو مت توڑو)

﴿وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيلًا﴾ (حالانکہ تم اللہ تعالیٰ کو اپنے اوپر ضامن بنا چکے ہو) ﴿إِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُونَ﴾ (اللہ تعالیٰ تمہارے تمام افعال سے باخبر ہے)۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کو حکم دیتا ہے مسلمانوں کو کہ اپنے وعدے کی پاسداری کرو جب بھی وعدہ کرو اس وعدے کو پورا کرو کیونکہ وعدے کو توڑنا ایمان کی کمزوری کی نشانی ہے بدکار لوگوں کی نشانی ہے منافقین کی نشانی ہے، اگر ان چیزوں سے بچنا چاہتے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ سے جب بھی کوئی وعدہ کرو تو اس وعدے کو پورا کرو اور جیسا کہ وعدے کی پاسداری ضروری ہے اسی طریقے سے قسم کھانا بھی اگر آپ قسم کھا لیتے ہیں تو اس قسم کی پاسداری بھی ضروری ہے قسم کو ایسے نہ توڑا جائے بغیر کسی وجہ کے اور اگر کوئی شخص کبھی کسی قسم کو توڑ دیتا ہے کسی وجہ سے اور اس کے لیے وہ جائز ہے بشرطیکہ وہ اس کا کفارہ ادا کرے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے اِس چیز کی نشاندہی کی ہے اور یاد دلایا ہے مومنوں کو کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے تم کیسے مومن ہو جو عہد شکنی کرتے ہو اور قسم کو پورا نہیں کرتے ہو جب کہ تم لوگوں نے اللہ تعالیٰ کو اپنا ضامن بنالیا ہے (کیونکہ جب کوئی انسان عہد کرتا ہے اور جب کوئی انسان قسم کھاتا ہے تو دوسرے لفظوں میں وہ اللہ تعالیٰ کی ضمانت دے رہا ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس چیز پر ضامن ہے)۔

اس آیت کے معنی میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے ﴿كَفِيلًا﴾ کا معنی ہے رقیباً کہ اللہ تعالیٰ رقیب ہے اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے، اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو کچھ ہم کہتے ہیں اور جو کچھ ہم کرتے ہیں پس جب ہم یہ جان چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ رقیب ہے اور اللہ تعالیٰ ہماری حرکات اور سکنات سے واقف ہے تو پھر ہمیں ایسا عمل نہیں کرنا چاہیے جس میں وعدہ خلافی ہو اور عہد شکنی ہو اور قسم کو توڑنا ہو۔

اس آیت کریمہ میں جو اہم پیغام ہیں:

1۔ وعدے کی پاسداری کرنا فرض ہے۔

2۔ بغیر وجہ کے قسم کو توڑنا حرام ہے جائز نہیں ہے۔

3۔ عہد شکنی کرنے والا اور قسم کو توڑنے والا بُرا انسان ہے بُرا مسلمان ہے۔

4۔ اللہ تعالیٰ کی علم کی صفت کا ثبوت کہ اللہ تعالیٰ عالم ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے شایان شان ہے۔

5۔اللہ تعالیٰ کی صفات کے منکرین کا رد جو کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی صفات نہیں ہیں۔

6۔عہد اور قسم کی اہمیت، شریعت میں عہد کی اور قسم کی بڑی اہمیت ہے اور بعض لوگ اس اہمیت سے غافل ہیں۔

اس میں ایک اشکال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ یہاں پر اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے کہ اپنی قسموں کو توڑا نہ کرو، جب قسم کھا لو اسے مضبوط کرو اسے توڑا نہ کرو، انہوں نے ابھی کہا ہے کہ اگر کوئی شخص قسم کھائے تو اس کے لیے جائز ہے کہ قسم توڑ دے بشرطیکہ اس کا کفارہ ادا کرے تو دونوں باتیں کیسے ٹھیک ہو سکتی ہیں؟ کوئی جانتا ہے اللہ تعالیٰ تو منع فرما رہا ہے نا کہ قسم نہ توڑا کرو تو میں نے کس بنیاد پر کہا ہے؟

پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں جس نے قسم کھائی ہے پھر اس نے دیکھا کہ اس نے جس وجہ سے قسم کھائی وہ بات اس کے لیے درست نہیں ہے اور اس کے لیے قسم کو توڑنا ہی خیر ہے تو پھر جو اس کے لیے خیر ہے اسے اپنا لے اور قسم کو توڑ دے لیکن اپنی قسم کا کفارہ ادا کر لے۔

اب آیت میں قسم نہ توڑو حدیث میں قسم توڑو ضرورت کے لیے تو کیا تعارض ہے یہ؟ تعارض نہیں ہے۔

کیوں؟ کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان اور اللہ تعالیٰ کے کلام میں کبھی بھی تعارض پیدا نہیں ہو سکتا کیونکہ دونوں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی ہیں اور وحی میں تناقض کبھی نہیں ہوتا۔

تو پھر توفیق کیسے ہو سکتی ہے دونوں میں کیا کوئی ناسخ و منسوخ ہے؟ تو طریقہ کیا ہے محدثین کا علماء کا ہمیشہ کیا طریقہ ہے؟ سب سے پہلے جمع۔

کیا جمع ہو سکتا ہے؟ جمع ہو سکتا ہے۔ کیسے؟

آیت عام ہے اور حدیث خاص ہے خاص حالت میں، تو عموماً تو قسم کو توڑنا نہیں چاہیے جب قسم کھا لی ہے مضبوط کر لی ہے تو اس کو پورا کرنا چاہیے، اگر کبھی کوئی ایسا موقع آجائے جب قسم کو توڑنا قسم اٹھانے سے بہتر ہو تو پھر اس قسم کو توڑنا چاہیے لیکن جب اس کا کفارہ ادا کیا جائے گا تو پھر گناہ بھی نہیں رہے گا، اس کی مثال ایک شخص قسم کھاتا ہے اور کہتا ہے کہ میں فلاں شخص کے گھر نہیں جاؤں گا۔

اس کا اپنا بھائی ہے سگا بھائی ہے قسم تو اس نے کھالی ہے، ناراضگی ہوئی غصہ آیا کسی بات پر جھگڑا ہوا اور بیوی بچوں سے کہہ دیا کہ قسم سے میں نہیں جاؤں گا اور تم لوگ بھی نہیں جاؤ گے۔ اب قسم کھائی مضبوط بھی کر لی اب اس نے سوچا گر میں اپنی قسم کی پاسداری کرتا ہوں تو پھر قطع رحمی ہوتی ہے ایک اور گناہ سر پر میں نے اپنے اوپر لے لیا ہے اور اپنے آپ کو

کیوں خیر سے محروم کر دیا ہے تو پھر میں یوں کرتا ہوں کہ قسم کو توڑ دیتا ہوں اور اپنے بھائی کے گھر دوبارہ جاتا ہوں اور اپنے معاملات حل کر لیتے ہیں جو غلط فہمی ہے وہ دور کر لیتے ہیں۔

تو کیا خیال ہے کیا بہتر ہے وہ قسم کو توڑے یا نہ توڑے؟

دیکھیں قسم تو وہ توڑے گا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ قسم کو نہ توڑا کرو تو یہاں پر ہم اس آیت کو حدیث پر محمول کریں گے اور حدیث میں یہ ہے کہ جب دونوں میں سے جہاں پر آپ کو خیر نظر آئے اُس خیر کو اپنا لو اور قسم کو توڑ دو اُس کا کفارہ ادا کر دو۔ تو ایسے شخص پر واجب ہے کہ وہ کفارہ ادا کرے اور پھر اپنی قسم کو توڑ دے۔

کفارہ کیا ہے؟

دس مسکینوں کو کھانا کھلانا۔ ایک مسکین کے لیے تقریباً سات یا آٹھ ریال کا آپ مرغی چاول لے لیں اور دس کے لیے سترّ، پچھتر، اسّی ریال کا خرچہ ہے آپ وہ دے دیں یہ آپ کی قسم کا کفارہ ہے۔ یاد رکھیں پیسے دینے سے بات نہیں بنے گی ﴿إِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسَٰكِينَ﴾(المائدۃ:89) اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے۔ ﴿إِطْعَامُ﴾ کھلانے کو کہتے ہیں اور کھلایا کھانا جاتا ہے پیسے نہیں کھلائے جاتے یاد رکھیں۔

تو آپ جائیں گے خود خریدیں گے یا آپ نہیں جا سکتے کسی بھائی کو کسی بیٹے کو، کسی شخص کو وکیل بنا کر بھیجیں کہ بیٹا یہ دس مسکینوں کو کھانا لے لو، آج کل تو پیکٹ ملتے ہیں بنے بنائے جس میں چاول بھی ہوتے ہیں مرغی بھی ہوتی ہے، اُس میں کچھ چٹنی وغیرہ بھی ہوتی ہے کوئی سلاد بھی ہوتی ہے تو ایک شخص کا ایک پیک ہوتا ہے آٹھ دس ریال کا ملتا ہے وہ لے لیں اور دس مسکینوں کے لیے آپ لے کر دے دیں اور دینا بھی مسکینوں کو ہے یہ نہیں کہ اپنے بچوں کو کھلا دیں یا پڑوسیوں کو کھلا دیں، ہاں اگر آپ کے رشتے دار فقیر ہوں مسکین ہوں تو الگ بات ہے اچھی بات ہے کہ اس میں صلہ رحمی بھی ہے اور اِطعَام بھی ہے۔

تو فقراء اور مساکین کو دینا چاہیے، یہ آیت اور حدیث میں جو ہے توافق ہے۔

ایک پیاری حدیث شیخ صاحب رحمہ اللہ نے بیان فرمائی ہے صحیح مسلم کی روایت، حدیث تھوڑی لمبی ہے لیکن اس حدیث میں اتنے اچھے پیغام ہیں اور نصیحتیں ہیں کاش کہ اگر کوئی شخص خاص طور پر وہ لوگ جو اپنے آپ کو مجاہد کہتے ہیں وہ اس ایک حدیث کو پڑھ لیتے تو پھر آج اپنے جہاد کو اس حدیث کی روشنی میں اگر دیکھتے اور تولتے تو میرا خیال ہے کہ بہت ساری چیزیں ان کو تبدیل کرنی پڑیں گی۔ شیخ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

’’وعن بريدة رضي الله عنه قال‘‘(سیدنا بریدۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں)’’كان رسول الله صلى الله عليه وسلم إِذَا أَمَّرَ أَمِيرًا عَلَى جَيْشٍ أَوْ سَرِيَّةٍ أَوْصَاهُ بِتَقْوَى اللَّهِ‘‘(نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب کسی فوج یا فوجی دستے پر کسی امیر کو مقرر فرماتے تو اسے تقویٰ کا حکم دیتے تقویٰ کی وصیت کرتے)۔ تقویٰ کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ڈر۔ تقویٰ کیا ہے؟ اپنے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کے بیچ میں ایک ایسی چیز ایک ایسی اوڑ قائم کر دو تاکہ آپ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ سکو یہ عام لفظوں میں ہے اور سب سے بہترین معنی تقویٰ کا سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ تقویٰ چار چیزوں کا مجموعہ ہے’’الخوف من الجليل والعمل بالتنزيل والرضا بالقليل والإستعداد ليوم الرحيل‘‘(اللہ تعالیٰ سے ڈر، قرآن اور حدیث وحی پر عمل کرنا، تھوڑے پر اکتفاء کرنا اور قناعت پسندی کر لینا(جو کچھ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے الحمد للہ کافی ہے)اور موت کے لیے تیار رہنا)۔

’’وَمَنْ مَعَهُ‘‘(اس شخص کو بھی جو امیر ہے سب سے پہلے امیر کو بنانا)۔ بغیر قائد کے بغیر امیر کے کوئی جہاد نہیں ہوتا کیونکہ اس میں افراتفری زیادہ ہوتی ہے اس میں بگاڑ اور شر زیادہ ہوتا ہے اور خیر کہیں نظر نہیں آتا، پھر امیر کے لیے نصیحت بھی ضروری ہے اور ہر امیر یہ نصیحت سن لے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو وہ جہاد جہاد نہیں ہوتا جو اللہ تعالیٰ کے ڈر کی بنیاد پر نہیں ہوتا یاد رکھیں سب سے پہلی بنیاد اللہ تعالیٰ کا ڈر۔’’وَمَنْ مَعَهُ مِنَ الْمُسْلِمِينَ خَيْرًا‘‘(اور یہ تقویٰ کی نصیحت اور وصیت امیر کے لیے بھی اور جو بھی فوجی جہاد کے لیے جا رہے ہیں سب کے لیے یہ نصیحت ہوتی)’’فَقَالَ‘‘(پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں نصیحت میں)’’اغْزُوا بِاسْمِ اللهِ فِي سَبِيلِ اللهِ‘‘(اللہ تعالیٰ کے راستے میں نکلو غزو کرو قتال کرو جہاد کرو لیکن یاد رکھو فی سبیل اللہ)۔ اس کی قید لگائی ہے کیونکہ جہاد اللہ تعالیٰ کے راستے میں اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی کے لیے ہی کیا جاتا ہے اگر کوئی اور مقصد ہے تو پھر وہ جہاد نہیں ہوتا۔ تو اللہ تعالیٰ کی رضا اللہ تعالیٰ کے راستے کو سب سے پہلے اپنانا ہے اور اسے کہتے ہیں اخلاص، خالصاً اللہ تعالیٰ کے لیے گھر سے نکلے ہیں اور کوئی غرض نہیں ہے۔

’’قَاتِلُوا مَن كَفَرَ بِاللَّهِ‘‘(قتال کرو جہاد کرو ان کے خلاف جو لوگ اللہ تعالیٰ سے کفر کرتے ہیں)’’اغْزُوا‘‘(قتال کرو جہاد کرو)’’وَلَا تَغُلُّوا، وَلَا تَغْدِرُوا، وَلَا تَمْثُلُوا، وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا‘‘ اللہ اکبر، دیکھیں انسٹرکشنز دیکھیں ذرا نصیحتیں دیکھیں۔’’اغْزُوا‘‘ (قتال کرو جہاد کرو)’’وَلَا تَغُلُّوا‘‘(مال غنیمت میں سے کوئی چیز چرانا نہیں)۔ غلول کہتے ہیں مال غنیمت میں سے غنیمت کو بانٹنے سے پہلے کوئی شخص کوئی فوجی کوئی مجاہد اس مال میں سے کوئی چیز لے لے اور چھپا لے اسے غلول کہتے ہیں کبیرہ گناہ ہے حرام ہے۔

ایک ہوتا ہے غنیمت ایک ہوتا ہے فیئ، غنیمت وہ مال ہے جو میدان جنگ میں جہاد کے بعد کافروں سے لیا جاتا ہے غلبے کے بعد اور فیئ وہ مال ہے جو میدان جنگ میں حاصل تو ہوتا ہے لیکن بغیر کسی جھگڑے کے بغیر کسی لڑائی کے قتال کے بغیر۔ مسلمان جاتے ہیں اور کافر پہلے ہتھیار ڈال دیتے ہیں کوئی لڑائی نہیں ہوتی کوئی جنگ نہیں ہوتی اسے فیئ کہتے ہیں ،جو مال لڑائی کے بعد اور مقاتلے کے بعد ملتا ہے وہ غنیمت ہوتا ہے۔

''وَلَا تَغْدِرُوا''(اور کبھی غدر نہیں کرنا عہد شکنی نہ کرنا)۔ارے میدان جنگ میں کافروں کے خلاف! جی ہاں عہد شکنی نہ کرنا غدر نہ کرنا دھوکے سے مارنا نہیں۔''وَلَا تَمْثُلُوا''(اور مثلت نہ کرنا)۔مثلت ہوتا ہے مثلت کا معنی یہ ہیں کہ مرنے کے بعد اس کی شکل کو بگاڑ دینا۔ناک کاٹ دینا،آنکھ نکال لینا، کان کاٹ دینا، زبان کاٹ دینا،پیٹ کو چاک کر لینا ،اسے مثلہ کہتے ہیں۔ میرے بھائی کافروں کا مثلہ بھی جائز نہیں ہے غور کریں ذرا بات کافروں کی ہو رہی ہے !اور آج ذرا غور کریں آپ جب بم بلاسٹ ہوتا ہے تو مردوں کی بات نہیں ہو رہی یہاں تو زندوں کا مثلہ ہو جاتا ہے کیا بچتا ہے ؟! یہاں پر آنکھ نکالنے کی بات ہو رہی ہے نہ نکالا کرو مردے کی کان نہ کاٹا کرو وہاں پر تو اس زندہ کے ٹکڑے کر دیئے عجب بات ہے!

''وَلَا تَقْتُلُوا وَلِيدًا''(اور چھوٹے بچے کو قتل نہ کرنا(میدان جنگ میں بچہ کہیں سے آگیا اسے قتل نہ کرنا))'' وَإِذَا لَقِيتَ عَدُوَّكَ مِنَ الْمُشْرِكِينَ''(اور جب مشرکوں میں سے تمہارے سامنے تمہارا دشمن آجائے)''فَادْعُهُمْ إِلَى ثَلَاثِ (تو تین چیزوں کی طرف اسے بلاؤ(یعنی تین چیزوں میں سے ایک کو مان لے تو کافی ہے''إِلَى ثَلَاثِ خِصَالٍ، أَوْ خِلَالٍ''))'' فَأَيَّتُهُنَّ ما أَجَابُوكَ فَاقْبَلْ منهمْ''(ان تینوں میں سے جو کچھ وہ قبول کر لیں مان لیں تو تمہیں بھی قبول کرنا چاہیے)۔یعنی ان تین چیزوں کا آپ کو اختیار نہیں ہے عجب بات دیکھیں!

دیکھیں امیر ہے سردار ہے اس کے پیچھے ہزاروں لاکھوں فوج ہے(سوچیں ذرا)اور میدان جنگ میں دشمن سامنے ہے اسے نصیحت کی جارہی ہے پہلے دشمن کو کہ بھئی تمہارے پاس تین چیزیں ہیں ایک چن لو۔ چنے گا کون؟اس امیر کی مرضی نہیں کہ اس میں سے یہ چن لو یا چن لو، نہیں! یہاں پر امیر بے چارا ہیلپ لیس (helpless) ہے کچھ نہیں کر سکتا ہاں وہ یہ حکم دے سکتا ہے کہ ان تینوں میں سے ایک،اب اس کافر کی مرضی ہے ان تینوں میں سے جو چیز بھی چنتا ہے(دیکھیں سبحان اللہ)۔''فَاقْبَلْ منهمْ، وَكُفَّ عنهمْ''(اِن سے قبول بھی کرلو جو بات مانتے ہیں اور پھر اس کے مطابق جو وہ مان لیتے ہیں اپنے ہاتھ کو روک دو(یعنی اس کے مطابق عمل کرو))۔

یہ تین چیزیں کیاہیں؟

"ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى الإِسْلَامِ" (انہیں اسلام کی طرف دعوت دو سب سے پہلے، اسلام کی طرف بلاؤ اگر وہ اسے قبول کرلیں تو اسے منظور کرلینا "فإِنْ أَجابُوكَ فاقبَلْ منهمْ") "ثُمَّ ادْعُهُمْ إِلَى التَّحَوُّلِ مِن دَارِهِمْ إِلَى دَارِ المُهَاجِرِينَ، وَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ إِنْ فَعَلُوا ذلكَ فَلَهُمْ ما لِلْمُهَاجِرِينَ، وعليهم ما على المُهَاجِرِينَ" (اگر وہ اسے قبول کرلیں تو اسے منظور کرلینا اور انہیں علاقہ کفر سے علاقہ مہاجرین کی طرف ہجرت کی دعوت دینا اور انہیں بتانا کہ اگر وہ ہجرت کریں گے تو انہیں وہ سب حقوق حاصل ہوں گے جو مہاجرین کو حاصل ہیں اور جو بار مہاجرین کو برداشت کرناپڑتا ہے انہیں بھی برداشت کرناہوگا) "فإِنْ أَبَوْا أَنْ يَتَحَوَّلُوا مِنهَا فَأَخْبِرْهُمْ أَنَّهُمْ يَكُونُونَ كَأَعْرَابِ المُسْلِمِينَ" (اور اگر وہ ہجرت کرنے سے انکار کریں تو پھر انہیں بتادینا کہ وہ ان بدوی مسلمانوں کی طرح ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ کا حکم جاری ہے) "يَجْرِي عليهم حُكْمُ اللهِ" (اللہ کا حکم اُن پر بھی جاری ہے) "وَلَا يَكُونُ لهمْ في الغَنِيمَةِ وَالْفَيْءِ شيءٌ" (لیکن مال غنیمت میں سے اور فیئ میں سے انہیں کچھ ملے گا نہیں)۔ کیونکہ وہ خود اس جگہ پر رہنا چاہتے ہیں جہاں پر وہ خوش ہیں، مسلمان تو وہ ہیں اسلام تو قبول کرلیا لیکن ہجرت نہیں کرنا چاہتے بلادِ کفر سے مسلمانوں کی طرف نہیں آنا چاہتے تو پھر ان کی مرضی ہے لیکن اللہ کا حکم تو اُن سب پر ہے وہ مسلمان تو ہیں لیکن مسلمانوں کے ساتھ مال غنیمت میں اور فیئ میں اُن کا کوئی حق نہیں ہے۔ "إِلَّا أَنْ يُجَاهِدُوا مَعَ المُسْلِمِينَ" (الا یہ کہ وہ مسلمانوں کے ساتھ جہاد بھی کریں)۔

"فإِنْ هُمْ أَبَوْا" (اگر وہ اس چیز کا انکار کریں (تو دوسری بات)) "فَسَلْهُمُ الجِزْيَةَ" (اگر وہ انکار کریں اسلام میں داخل ہونے سے (پھر دوسری بات کیا ہے تینوں میں سے؟) انہیں جزیہ کا حکم دو)۔ اور اگر وہ اسلام قبول کرنے سے انکار کردیں تو پھر ان سے جزیہ طلب کرنا اگر وہ جزیہ دینے پر راضی ہو جائیں تو قبول کرلینا اور جنگ سے رُک جانا "فإِنْ هُمْ أَجابُوكَ فاقْبَلْ منهمْ، وَكُفَّ عنْهمْ"۔

جزیہ کیا ہے؟ جزیہ وہ مال ہے جو کافر مسلمان ملک میں رہ کر کفر کی حالت میں رہ کر اپنی حفاظت کے لیے مسلمان حکومت کو دیتا ہے۔

وہ مال جو کافر لوگ دیتے ہیں کس چیز کے عوض میں اور کس کو دیتے ہیں؟

عوض کہ جو امن وامان ان کو مسلمانوں سے ملے گا کہ مسلمان ان کی حفاظت کریں گے جیسا کہ عام مسلمان کی حفاظت ہوتی ہے مسلمان ملک میں۔ کس کو دیناپڑے گا؟ جو حاکم وقت ہے اس کو، اور کتنا ہوگا وہ خود متعین کرتے ہیں۔

کیا کافر کے لیے جائز ہے کہ وہ کفر اختیار کرے اور اسلام قبول نہ کرے اور وہ جزیہ دے دے؟

جی ہاں! اس سے یہ پتہ چلا ہے کہ جہاد میں جہاد کا مقصد کافر کا قتل کرنا نہیں ہے یاد رکھیں۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ جہاد کا مقصد ہی کافر کو قتل کرنا ہے جہاں ملے قتل کرواسے! قتل تب کرو جب وہ جزیہ دینے سے انکار کرے۔

تیسرا راستہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "فَإِنْ هُمْ أَبَوْا" (اگر جزیہ دینے سے بھی انکار کریں) "فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَقَاتِلْهُمْ" (پھر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتے ہوئے اُن کے خلاف قتال شروع کردو لڑائی شروع کردو، جہاد شروع کردو)۔

توسب سے پہلے بات تقویٰ سے شروع ہوئی پھر اللہ تعالیٰ کی مدد کو کبھی بھولنا نہیں اپنے بازوؤں کی طاقت اور زور کو اپنے سامنے نہ رکھنا کیونکہ مسلمان جب بھی کامیاب ہوتے ہیں تو اپنے بازوؤں کے زور پر کامیاب نہیں ہوتے بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہی کامیاب ہوتے ہیں "فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ وَقَاتِلْهُمْ"۔

"وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ" انسٹرکشنز جاری ہیں ابھی، میدان جنگ میں تو جنگ ہوتی رہتی ہے نا اب جنگ شروع ہو گئی ہے اب حق اور باطل الگ الگ ہو جائے گا، یا غالب ہے یا مغلوب ہے اور آپ نے دیکھا ہے کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زندگی میں جتنی غزوات بھی ہوئی ہیں اُن کا اینڈ رزلٹ (end result) جو ہے وہ کامیابی ہی تھی چاہے جنگ اُحد کیوں نہ تھی۔

جنگ اُحد میں ستّر مسلمانوں کو شہید کردیا گیا اُن کو مثلہ بنایا گیا یعنی اُن کے مرنے بعد شہادت کے بعد اُن کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کردیئے گئے۔ ناک کاٹ دی گئی، آنکھ نکال دی گئی، زبان کاٹ دی گئی، کان کاٹ دیئے گئے، پیٹ چاک کردیا گیا۔ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ سے مشہور ہے لیکن دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم جو شہید ہوئے تھے اُن کے ساتھ بھی یہی کیا تھا یعنی نفرت کی آگ اتنی سلگ چکی تھی اُن کے دلوں میں اتنا بغض تھا کہ اُن لوگوں نے مارنے کے بعد بھی اُن کو چھوڑا نہیں!

ستّر صحابی شہید ہو گئے تھے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی زخم لگا آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دانت مبارک شہید ہوئے تکلیف ہوئی پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو لیکن اینڈ رزلٹ کیا ہوا؟

یہ تکلیف جو تھی اُس کی وجہ تھی کہ بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی اور یہ نافرمانی جان بوجھ کر نہیں کی غلطی ہو گئی اُن سے تو اللہ تعالیٰ نے میدان جنگ میں بھی دیکھیں، حکمت دیکھیں اللہ تعالیٰ کی اللہ

تعالیٰ چاہتا تو بعد میں کوئی حساب لے لیتا یہ تو میدان جنگ ہے نااور کافر سامنے ہے (یعنی کافر دیکھیں ابو سفیان جیسے، عکرمہ اور خالد بن ولید (رضی اللہ عنہم) بڑے بڑے جو اس وقت کافر تھے) لیکن اللہ تعالیٰ نے ایک پیغام دینا چاہا صحابہ کرام کو بھی اور تا قیامت قرآن مجید پڑھنے والوں کو بھی کہ جس نے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نافرمانی کی وہ شخص کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا اگرچہ نافرمانی کرنے والے میرے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پیارے صحابہ کیوں نہ ہوں اور اگرچہ یہ نافرمانی غلطی سے کیوں نہ ہو۔

کب؟ جب بات حق اور باطل کی آتی ہے نااور تلوار اٹھانے کی بات آتی ہے تب اس بات کو ذہن نشین کر لیں کہ اگر اس راستے میں کوئی غلطی ہے تو پھر ناکامی ہی ناکامی ہے اس لیے احتیاط کرنا۔

اللہ تعالیٰ نے کافروں کو پہلے سے نہیں کہا کہ اُن کی گردن اڑادی جائے یاد رکھیں اور مجھے اس لیے پیدا نہیں کیا کہ میں کافروں کی گردن اڑاؤں، ﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾(الذاریات:56)توحید عبادت کو قائم کرنے کے لیے۔ اگر کافر ذلت کی زندگی گزارنا چاہتا ہے جزیہ دینا چاہتا ہے تو کس نے مجھے حق دیا ہے کہ اس کا سر قلم کروں میں؟! نہیں۔ وہ خود ذلیل رہنا چاہتا ہے بھئی خود جانوروں سے بدتر زندگی گزارنا چاہتا ہے تو گزارنے دیں اسے لیکن غلبہ اور عزت اسلام کی ہو گی۔

اگر وہ مان لیتا ہے کہ اسلام حق ہے اور غلبہ اسلام کا ہے اور میں اپنا سر جھکانا چاہتا ہوں اسلام کے سامنے تو اسے مارنے کی ضرورت کیا ہے کوئی ضرورت باقی رہتی ہے؟ نہیں رہتی باقی ضرورت۔

یہ ہے میدان جنگ میں حق اور باطل کی بات کہ جب جنگ چھڑ جائے پھر غالب یا مغلوب ہوتا ہے اور جنگ اُحد کی بات میں کر رہا تھا اینڈر زلٹ کیا تھا کہ مدینہ کے قریب آکر بھی مدینہ کے شہر میں داخل نہ ہوئے بلکہ واپس چلے گئے، اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس چیز سے

غافل کر دیا بھلا دیا اُن کو۔ راستے میں جب آدھا راستہ طے کیا پھر انہیں یاد آیا کہ ہم نے کیا کیا ہے ارے جیتی ہوئی جنگ ہار کر آئے ہیں! یہ خود ابو سفیان (رضی اللہ عنہ) نے کہا ہے کہ جیتی ہوئی جنگ ہار کر آئے ہیں۔

کیسے ہار کر آئے ہیں؟ ارے مدینہ میں قبضہ کر لیتے! ابھی تو پھر اٹھیں گے تیاری کریں گے پھر یہ جنگ تو جاری رہے گی ابھی تو وقت تھا ہمیں موقع مل رہا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تو چلے گئے دور ہو گئے مدینہ سے اور صحابہ کرام جو تھے بڑے ستّر شہید ہو گئے ہیں اور اُن کے گھر ہمارے سامنے تھے!

اس لیے دیکھیں جنگ کے آخر میں پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں، سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھیجتے ہیں جا کر دیکھو کہ اونٹوں پر سوار ہو کر جاتے ہیں یا گھوڑوں پر سوار ہو کر جاتے ہیں۔یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جسم مبارک زخمی ہے خون صاف کر رہے ہیں اور آخر میں یہ پیغام دیتے ہیں کہ جا کر دیکھو کس چیز پر سوار ہو کر جاتے ہیں ۔حکمت ہے اس میں دیکھیں کہ اگر اونٹ پر سوار ہو کر جاتے ہیں تو اس کا مطلب ہے مکہ کی طرف جارہے ہیں(عرب جو ہیں اونٹ کی سواری تب کرتے ہیں جب دور کا سفر ہوتا ہے)اگر گھوڑوں پر سوار ہوتے ہیں اس کا مطلب ہے مدینہ کی طرف جارہے ہیں تو پھر ہمیں بھی مدینہ کی طرف جانا چاہیے ابھی جنگ ختم نہیں ہوئی۔

توجب سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے دیکھا انہوں نے یہ دیکھا کہ اونٹ پر سوار ہو کر واپس جارہے ہیں تب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خوشی ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اس چیز سے ہی بالکل غافل کر دیا کہ وہ مدینے کی طرف رُخ کریں، اور جب انہوں نے واپس آنے کا عزم کیا تو یہاں پر اللہ تعالیٰ نے اور مزید ہمت دی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اٹھ کر کھڑے ہوئے کہ چلو اُن کا پیچھا کرتے ہیں۔ غزوہ حمراء الأسد کے نام سے معروف غزوہ ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اسی حالت میں خون سے لت پت جو باقی تھے اٹھ کر کھڑے ہو گئے اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو بجالانے کے لیے اور گھوڑوں پر بھی سوار ہوئے اور کچھ فاصلہ بھی طے کیا تھا پھر وہاں پر رُکے اور ایک قافلہ جارہا تھا ابو سفیان (رضی اللہ عنہ) کی طرف پہنچا وہ قافلہ مدینہ سے مکہ جارہا تھا تو اس قافلے سے جب ابوسفیان نے کہا کہ ہم واپس جانا چاہتے ہیں اور اُن کا خاتمہ کر کے آئیں گے اب مدینہ کو ہم اپنے قبضے میں لے لیں گے تو اُس قافلے نے کہا کہ خبردار ایسا نہ کرنا! بلکہ وہ قافلہ مکہ سے مدینہ آرہا تھا اور اس قافلے نے یہ کہا کہ ابوسفیان واپس آنا چاہتا ہے وہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حکم دیا صحابہ کرام کو کہ تیار ہو جاؤ اور وہاں پر صحابہ کرام نے اسی یعنی حالت میں خون سے لت پت جسم اور زخموں کی حالت میں اٹھ کر کھڑے ہو گئے اور غزوۂ حمراء الاسد کے لیے تیار ہو گئے اور کچھ مدینے سے آگے جا کر انتظار کیا ان کا، پھر جب ابوسفیان (رضی اللہ عنہ) کو پتہ چلا اس چیز کا تو پھر وہ واپس مکہ چلا گیا اور وہاں سے بھاگ گیا۔

تو اینڈ رزلٹ کیا نکلا؟ کامیابی نکلی۔

غزوۂ حنین میں دیکھیں وہاں پر بھی ابتداء میں تو کچھ ناکامی نظر آئی لیکن حقیقتاً کامیابی ہوئی اور اس کے بدلے میں طائف کا محاصرہ کیا اور اس کے بعد خود طائف والوں کی اکثریت جو ہے مسلمان ہو گئی اور اسلام قبول کیا۔

بہر حال، تو شیخ صاحب رحمۃاللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر بات ہو حصن کے اندر اور حصن کہتے ہیں قلعہ بند دشمن کا محاصرہ کرنا، حصن کہتے ہیں قلعے کو۔ عام طور پر یہودی جو تھے یا بعض مشرکین جو تھے وہ جب جنگ کرتے (یہودی خاص طور پر) تو پھر میدان میں نہیں آتے وہ قلعے کے اندر چھپ جاتے اور قلعے کے اندر ان کو کھانے پینے کی اشیاء مہیا ہوتیں، پہلے سے ذخیرہ کر لیتے بُرے وقتوں کے لیے۔ اُن کو پتہ ہے کہ بُرے وقت میں موت سے ڈرتے ہیں یہ باہر جا کر لڑنے والے نہیں ہیں یہ گھر میں بند ہو کر کھانے پینے والے لوگ ہیں تو اپنی ذخیرہ اندوزی کر لیتے تھے کھانا پینا بُرے وقتوں کے لیے اور کھاتے پیتے رہتے تھے۔

اچھا جو باہر سے لوگ آئے ہیں جنگ کرنے کے لیے اب وہ نہ تو چھت ہے ان کے اوپر نہ کھانے پینے کی چیز ہے زیادہ دیر وہ انتظار کرتے ہیں تو خود بے چارے پریشان ہوتے ہیں تو قلعے کے اندر والے ان کا تو گھر ہے اپنا وہ تو گھر میں بیٹھے ہیں اُن کو کیا فرق پڑتا ہے!

اب دیکھیں یہاں پر انسٹرکشنز (instructions) کہ دیکھیں اگر یہ صورت حال ہو جائے ایک تو جنگ میدان میں ہوتی ہے اور ایک جنگ اُن لوگوں کے خلاف ہوتی ہے جو اپنے آپ کو قلعے کے اندر محفوظ کر دیتے ہیں تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں "وَإِذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ" (اگر تم محاصرہ کر لو ایسے لوگوں کا جو اپنے آپ کو قلعے کے اندر بند کر دیں محفوظ کر دیں) "فَأَرَادُوكَ أَنْ تَجْعَلَ لَهُمْ ذِمَّةَ اللهِ، وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ" (اور وہ لوگ یہ چاہیں کہ تم انہیں اللہ تعالیٰ اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امان اور تحفظ دو ضمانت دو) "فلا تَجْعَلْ لَهُمْ ذِمَّةَ اللهِ، وَلَا ذِمَّةَ نَبِيِّهِ" (تو تم ایسا ہر گز نہ کرنا یعنی اللہ تعالیٰ کا اور اللہ تعالیٰ کے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ذمہ اور امان اور ضمانت نہ دینا)۔

یہ ضمانت کی کیوں بات ہو رہی ہے؟ امان کی کیوں بات ہو رہی ہے؟

اب قلعے والے جو ہیں دروازے نہیں کھولتے مسلمان اندر جا نہیں سکتے، باہر سردی ہے گرمی ہے بارش ہے جیسا بھی موسم ہے پھر کھانے پینے کی قلت ہے اب مسئلہ دونوں طرف ہو گیا اب جب تک قلعہ فتح نہیں ہو گا یہ جانے والے نہیں اور وہ دروازہ کھولنا نہیں چاہتے یہاں پر بات آتی ہے عہد کی اکثر جو ہیں معاہدے ہوتے ہیں، تو معاہدے کے وقت کافر پریشان ہے اب جب کھولے گا دروازہ انہیں چھوڑیں گے نہیں یہ لوگ تو اس سے بہتر ہے کہ ہم صلح کر لیں معاہدہ کر لیتے ہیں اور اس معاہدے میں ہم مغلوب ہیں۔

دیکھیں جو معاہدے کے لیے ہاتھ بڑھاتا ہے تو وہ مغلوب ہی ہوتا ہے تو یہاں پر کیونکہ میدان جنگ ہے اور میدان جنگ میں جھوٹ بھی ہوتا ہے کہ نہیں؟ میدان جنگ ہے نا تو جھوٹ جائز ہے تین چیزوں میں :

1۔ صلح کرنے میں کہ صلح کرلو، دو مسلمان بھائی روٹھے ہوئے ہیں تو صلح کرنے میں تھوڑا جھوٹ بول دو۔

جھوٹ کا مطلب یہ نہیں کہ آپ جھوٹے بن جاؤ جھوٹ کا مطلب یہ ہے کہ بھئی وہ چاہتا ہے آپ اس سے صلح کریں وہ آپ کی تعریف کر رہا تھا وہ آپ کا خیر خواہ ہے اُس کو جا کر یہ بات اُس کے دوسرے بھائی کے متعلق کہیں اگرچہ اُس نے کہا بھی نہیں ہے لیکن جب آپ ایسی بات کرتے ہیں تو اتنا جائز ہے کوئی حرج نہیں ہے۔

2۔خاوند بیوی سے جھوٹ بولے تاکہ ازدواجی زندگی قائم رہے،اِس کا مطلب یہ نہیں ہے ہر بات پر جھوٹ کہ جھوٹ ان کا اوڑھنا بچھونا بن جائے کہ آتے ہوئے بھی جھوٹ جاتے ہوئے بھی جھوٹ! یادرکھیں شریعت کے جو الفاظ ہیں ان کو سمجھنا چاہیے سمجھنے کے بعد عمل کرنا چاہیے۔

یہ جھوٹ محدود جھوٹ ہے تاکہ ازدواجی زندگی آسانی سے گزرے آپ اپنی بیوی سے جھوٹی تعریف کرلو بھئ بعض اوقات کیا ہوتا ہے کہ کتنی خوبصورت ہیں آپ ،آپ جیسا کوئی بھی نہیں ہے۔ہاں ٹھیک ہے آپ کی نظر میں کوئی بھی نہیں ہے اُس جیسا بات تو ٹھیک ہے اگر وہ آپ کو زیادہ خوبصورت نہیں لگتی تو کہہ دیا کرو آپ خوبصورت ہیں آپ کی آنکھیں،خوبصورت ہیں آپ کی آواز خوبصورت ہے۔

کیا صرف شاعر ہی یہ باتیں کر سکتے ہیں ہمیں کرنا نہیں آتا اپنی بیویوں کے لیے کیا کہہ دیا کریں بھئ بعض اوقات کیا جاتا ہے آپ کا! آپ کھانا بڑا اچھا پکاتی ہیں، آپ کے ہاتھوں میں شیریں ہے لذت ہے آپ کے ہاتھوں میں۔

آپ ذرا کرکے دیکھیں دیکھیں زندگی کیسے رُخ پلٹتی ہے کم سے کم وہ دن تو آپ کا بہت اچھے سے گزرے گا جس دن آپ یہ دو اچھے الفاظ کہیں گے یہ ٹرائی کرکے دیکھنا آج جا کر چاہے مرچیں زیادہ ہوں کھانے میں چاہے نمک زیادہ ہو کچھ بھی ہو ایک دفعہ ذرا تعریف کر ہی لینا کوئی مشکل نہیں ہے بعد میں جا کر کلی کر لینا یا کوئی مرچی زیادہ ہو تو پھر کوئی آئسکریم کھا لینا جا کر کوئی حرج نہیں ہے۔

یادرکھیں وہ بھی کھا رہی ہے کھانا، بعض لوگوں کو یہ بھی غلط فہمی ہوتی ہے کہ ایک دفعہ تعریف کرلیں گے جھوٹی ہم تو روزانہ یہ کھانا پڑے گا! یادرکھیں غلطی اس نے کی ہے کھانا وہ بھی کھا رہی ہے احساس اس کو بھی ہے شرمندہ بھی ہے وہ لیکن دو لفظ جب آپ سے سنتی ہے نا کہ کیا اچھا کھانا پکایا ہے تو اندر سے ٹوٹ جاتی ہے کہ بھئ میں اتنی بڑی غلطی کرکے

آئی ہوں مجھے خود نمک چبھ رہا ہے اور یہ بے چارا کھا بھی رہا ہے تعریف بھی کر رہا ہے! تو یہ شیطان کا وسوسہ ہے یاد رکھیں یہ جو آپ کو روکتا ہے تعریف کرنے سے یہ حربہ ہے شیطان کا۔

3۔اور تیسری جگہ جو ہے وہ یہ ہے جنگ کی جگہ جہاں پر جھوٹ بولنا جائز ہے لیکن یہاں پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ یاد رکھیں جب آپ ذمہ دیں اپنا ذمہ دے دیں لیکن اللہ تعالیٰ کا ذمہ کبھی نہ دینا عہد شکنی اللہ تعالیٰ کے نام سے کبھی نہ کرنا۔

لیکن لوگ جو اندر ہیں وہ بھی تو جانتے ہیں نا کہ جنگ میں جھوٹ بولنا جائز ہے وہ خود بھی تو جھوٹ بولتے رہتے ہیں نا تو بعض لوگ کیا کہتے ہیں؟ نہیں ہمیں اللہ تعالیٰ کا عہد و امان چاہیے تب ہم مانیں گے تو یہاں پر مسئلہ پیدا ہو جاتا ہے اس لیے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے سے فرمادیا کہ اللہ تعالیٰ کا عہد اور اللہ تعالیٰ کی امان نہ دو وہاں اگر دینی ہے تو اس کی پاسداری بھی کرو اور پاسداری کرنا مشکل ہو جاتی ہے یاد رکھیں اس لیے پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پہلے سے ہی منع فرمادیا کہ ایسا نہ کیا کرو "فلا تَجْعَلْ لهمْ ذِمَّةَ اللهِ، وَلَا ذِمَّةَ نَبِيِّهِ"۔

"وَلَكِنِ اجْعَلْ لهمْ ذِمَّتَكَ وَذِمَّةَ أَصْحَابِكَ" (اپنا ذمہ دے دو اپنی ضمانت دے دو اپنے کسی بھائی کی ضمانت دے دو، کوئی بھی تمہارے جیسی مخلوق کی کسی بھی ضمانت دے دو کوئی حرج نہیں ہے) "فإنَّكُمْ أَنْ تُخْفِرُوا ذِمَمَكُمْ وَذِمَمَ أَصْحَابِكُمْ أَهْوَنُ مِن أَنْ تُخْفِرُوا ذِمَّةَ اللهِ وَذِمَّةَ نَبِيِّهِ صلى الله عليه وآله وسلم" (تو یاد رکھو (پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں اس نصیحت میں) اس لیے کہ اگر تم کسی صورت میں اپنا یا اپنے ساتھیوں کا ذمہ یا ضمانت توڑ دیتے ہو تو یہ اللہ تعالیٰ کے اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ذمے کو توڑنے سے کم تر ہوگا) "وإذَا حَاصَرْتَ أَهْلَ حِصْنٍ فأرَادُوكَ أَنْ تُنْزِلَهُمْ علَى حُكْمِ اللهِ" (اور اگر یہ قلعہ بند لوگ آپ سے یہ مطالبہ کریں کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کے حکم اور فیصلے پر ہی رکھو) "فلا تُنْزِلْهُمْ علَى حُكْمِ اللهِ،وَلَكِنْ أَنْزِلْهُمْ علَى حُكْمِكَ، فإنَّكَ لا تَدْرِي أَتُصِيبُ حُكْمَ اللهِ فيهم أَمْ لَا" (تو ایسا ہرگز نہ کرنا بلکہ تم اپنی ذمہ داری پر ان سے صلح کرنا کیونکہ معلوم نہیں تم ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ کی مرضی اور فیصلوں کو پا سکو یا نہیں)۔

بعض اوقات غلط اجتہاد بھی ہو سکتا ہے نا اجتہادی مسئلہ سامنے آجاتا ہے غلط فیصلہ ہو سکتا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کے حکم کو نہ کہو تم کہو یہ میرا فیصلہ ہے میں یہ فیصلہ کر رہا ہوں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نہیں ہے یہ اس میں اگر صحیح ہے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق ہے اللہ کا شکر ہے اگر کوئی غلطی ہے تو اس کا میں ذمے دار ہوں۔

یہ عظیم حدیث ہے لمبی حدیث ہے شاید اسی لیے بعض لوگ پڑھتے نہیں ہیں لیکن اس حدیث میں کتنی پیاری باتیں ہیں کتنے پیارے پیغام ہیں۔ جو لوگ جہاد کرنا چاہتے ہیں وہ جہاد کے خواہش مند ہیں اور ہم بھی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی سچا مجاہد بنادے (آمین) اُن لوگوں کو ان فرامین کو دیکھنا چاہیے۔

یاد رکھیں نماز نبوی ضروری ہے میں بار بار کہتا ہوں، ہم احادیث پڑھتے ہیں رفع الیدین کی احادیث پڑھتے ہیں، آمین بالجہر کی احادیث پڑھتے ہیں، سورۃ الفاتحہ کی احادیث پڑھتے ہیں، بڑے ایکسپرٹ ہیں۔ بعض ساتھی آتے ہیں ماشاءاللہ ایسے کہ اُن کو توحید کے بارے اتنی حدیثیں نہیں آتیں جتنی رفع الیدین کے بارے میں حدیثیں آتی ہیں چالیس چالیس پچاس پچاس احادیث ایسے یاد کر کے آتے ہیں اور جب جہاد کی بات آتی ہے کوئی حدیث آتی ہے مشکل سے ایک یا دو حدیثیں بتاتے ہیں! کیوں ؟!

اپنے گھر سے نکلنا، مشقتیں برداشت کرنا، اپنی جان کو ہتھیلی پر لے جانا، خالی ہاتھ وہ بھی، قرآن کا علم حدیث کا علم، قرآن مجید کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے، حدیث رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں ہمیں کیا پیغام ملتے ہیں کہ کس طریقے سے ہم جہاد کریں۔

أیمن الظواہری کی ایک کتاب ہے اس کا نام ہے فرسان تحت راية النبي (نبی کے جھنڈے کے نیچے گھوڑے سوار)۔ انہوں نے کتاب لکھی ہے بڑی عجیب وغریب! ہر طرف جہاد کا ذکر ہے کہ ہم جہاد کر رہے ہیں، ہم نے اتنی گاڑیاں جلا دی ہیں، اتنے لوگوں کو قتل کر دیا ہے، اتنی جگہ پر ہم نے بمباری کی ہے، لگتا یوں ہے کہ یہ یہود ونصاری کی بات ہو رہی ہے کافروں کی بات ہو رہی ہے اور حقیقتاً یہ شخص اپنے ملک مصر کے بارے میں بات کر رہا ہے! وہاں پر جو قتل غارت ہوئی ہے جس طریقے سے مسلمانوں کا قتل عام ہوا ہے سبحان اللہ اور پھر نام کیا ہے ٹائیٹل دیکھیں کہ نبی کے جھنڈے کے نیچے گھڑ سوار مجاہدین۔

کیا نبی علیہ الصلاۃ والسلام کی یہی تعلیمات ہیں یہ حدیث نہیں پڑھی کیا؟! إنا لله و إنا إليه راجعون، لیکن بعض لوگوں کے لیے آج بھی یہ لوگ ہیرو ہیں اور آج بھی یہ لوگ مجاہدین ہیں!

اس سے پہلے کہ میں حدیث کے اہم پیغام بیان کروں دیکھیں صحابہ کرام اور سلف صالحین نے کس طریقے سے ان نصیحتوں پر عمل کیا ہے۔

سیدنا عمر بن خطاب کے زمانے میں سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما بلاد فارس کے سپہ سالار تھے ایران کا علاقہ ہے انہوں فتح کیا ہے سارا اور کسریٰ کے تخت کو بھی انہوں نے گرایا ہے۔ انہیں دیکھیں انسٹرکشنز دیکھیں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے ایک وصیت لکھی ہے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے نام لکھتے ہیں "أما بعد: فإني آمرك ومن معك من الأجناد بتقوى الله" (میں تمہیں حکم دیتا ہوں اور جو تمہارے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ سے ڈرو تقویٰ کا حکم دیتا ہوں)۔ دیکھیں حدیث کو دیکھیں سامنے اور ان انسٹرکشنز کو دیکھیں۔ "على كل حال،فإن تقوى الله" (ہر حال میں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ) "أفضل العدّة على العدوّ" (سب سے بڑی تیاری ہے اور سب سے بڑا ہتھیار ہے دشمن کے خلاف تقویٰ (اللہ تعالیٰ کا ڈر)) "وأقوى المكيدة في الحرب" (اور میدان جنگ میں جو حیلے اور حربے ہوتے ہیں ان سب کو بھی تقویٰ ختم کر دیتا ہے اور سب سے بڑا حیلہ یہ تقویٰ ہی ہے جو تمہارا ہتھیار ہے)۔

پھر فرماتے ہیں (دوسرے نمبر پر) کہ "وآمرك ومن معك أن تكونوا أشدّ احتراسا من المعاصي" میں تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو یہ حکم دیتا ہے کہ نافرمانیوں سے بچو (دیکھیں میدان جنگ میں نافرمانیوں سے بچو) اس سے زیادہ کہ تمہارے دشمن نافرمانیوں سے بچیں کہ (تمہیں زیادہ بچنا چاہیے نافرمانیوں سے) کیونکہ کسی جنگی دستے کے گناہ اُن کے لیے زیادہ خوف زدہ ہیں دشمن کے خوف سے۔

کہ جو گناہ ہوتے ہیں وہ جو ان کی وجہ سے مصیبتیں آتی ہیں جو ان کی وجہ سے نقصان اور ناکامی ہوتی ہے وہ دشمن کے غلبے سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے تو تمہیں اپنے گناہوں سے زیادہ ڈرنا چاہیے بہ نسبت یہ کہ دشمن سے تم ڈرو۔

یاد رکھیں آگے فرماتے ہیں کہ مسلمانوں کو کامیابی اپنے دشمنوں کی نافرمانیوں کی وجہ سے ہی ہوتی ہے۔ کامیابی کیوں ہوتی ہے؟ کافروں پر کیوں غلبہ ہوتا ہے؟ کیونکہ وہ کافر ہے بدکار ہے نافرمان ہے۔ "ولولا ذلك لم تكن لنا بهم قوة" اگر یہ بات نہ ہوتی کہ اللہ تعالیٰ ان کی فرمانیوں کی وجہ سے تمہیں غلبہ دیتا تو پھر طاقت میں تو وہ تم سے زیادہ ہیں کیونکہ ہماری تعداد ان کی تعداد جیسی نہیں، ہماری تیاری ان کی تیاری جیسی نہیں، اگر ہم گناہ میں برابر ہو جائیں نافرمانیوں میں برابر ہو جائیں تو پھر طاقت تو ان کے پاس ہم سے زیادہ ہے اگر ہم اپنی فضیلت سے ان پر کامیاب نہیں ہو سکتے تو پھر ہم اپنی طاقت سے ان کو مغلوب نہیں بنا سکتے (کتنی پیاری بات ہے اگر ہم اپنی فضیلت سے ایمان کی فضیلت سے اللہ تعالیٰ کی نزدیکی کی فضیلت سے اگر اس بنیاد پر ہم ان پر غالب نہیں ہو سکتے یاد رکھیں!) اور یہ یاد رکھو کہ تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی ہیں جو لکھ رہے ہیں جو کچھ تم کر رہے ہو (میرے بھائی میدان جنگ میں یہ خط لکھا گیا، یہ اُس وقت

میدان جنگ میں تھے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم، تلوار ہاتھ میں تھی ڈھال ہاتھ میں تھی اور یہ یاد رکھو کہ تم اکیلے نہیں ہو تمہارے ساتھ اللہ تعالیٰ کے فرشتے بھی ہیں جو کچھ تم کہتے ہو کرتے ہو) وہ سب لکھ کر محفوظ کر رہے ہیں تو تم اُن سے شرم کرو "فاستحيوا منهم" اور اللہ تعالیٰ کی فرمانیاں نہ کرو جب کہ تم اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہو اور یہ کبھی نہ سوچنا یہ کبھی نہ کہنا کہ ہم سے بُرے تو ہمارے دشمن ہیں تو اللہ تعالیٰ اِن لوگوں کو اِن بُروں کو ہم پر مسلط کبھی نہیں کرے گا یہ ہم پر کبھی غالب نہیں ہوں گے، یاد رکھو بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بعض بُرے لوگوں کو اچھے لوگوں پر مسلط کر ہی دیتا ہے جیسا کہ بنی اسرائیل پر مجوسی کافروں کو مسلط کر دیا تھا (اگرچہ بنی اسرائیل کون تھے؟ اہل کتاب تھے اللہ تعالیٰ کو ماننے والے تھے۔ کب؟) "لما عملوا بمعاصي" جب یہودیوں نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی۔

جیسا کہ آج دیکھتے ہیں مسلمانوں پر کون مسلط ہے؟ یہی یہودی یہی کافر۔

پھر آخر میں فرماتے ہیں "واسألوا الله العون" (اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرو کامیابی کی) "على أنفسكم" (کہ اللہ تعالیٰ پہلے تم لوگوں کو اپنے اوپر کامیابی عطا فرمائے اپنے نفس کے اوپر) "كما تسألونه النصر على عدوكم" (جس طریقے سے تم اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دشمن پر کامیابی عطا فرمائے اور غلبہ عطا فرمائے) "أسأل الله ذلك لنا ولكم" (اللہ تعالیٰ سے کامیابی اور نصر کی دعا کرتا ہوں میرے لیے اور تم لوگوں کے لیے)۔

یہ خط ہے کتنا پیارا خط ہے! یہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا جہاد تھا جس کا میں بار بار مطالبہ کرتا ہوں جس کا میں بار بار اپنے لیکچرز میں، اپنی باتوں میں اپنی نصیحت میں اِس کا ذکر کرتا ہوں۔

آج لوگ کہتے ہیں کہ ہم جہاد کیوں کر رہے ہیں اور بڑی بڑی کتابیں لکھتے ہیں، میرے بھائی آج کے بچے بھی جانتے ہیں کہ جہاد کی فضیلت کیا ہے کیوں لوگوں کو دھوکا دیتے ہو یہ کیوں کہتے ہو ہم جہاد کیوں کر رہے ہیں؟! ہاں یہ کہو کہ جہاد کیسے کر رہے ہو یہ بتاؤ پھر تو لو اس حدیث پر اور اس نصیحت پر وصیت پر اور اس خط پر جو سیدنا عمر بن خطاب نے سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما کو لکھا ہے اور یہ خط جو ہے اس کا ذکر ابن کثیر میں البداية والنهاية میں موجود ہے اس کا حوالہ جو ہے۔

آتے ہیں حدیث کی طرف واپس حدیث میں جو اہم پیغام ہیں:

1۔ جہاد کے لیے امیر کا ہونا ضروری ہے اور واجب ہے۔

2۔ اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کی اہمیت اور تقویٰ کامیابی کی سب سے بڑی بنیاد ہے۔

3۔ جہاد وہ ہوتا ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کے راستے میں ہوتا ہے اس لیے فی سبیل اللہ آپ دیکھیں ناجب بھی جہاد کا ذکر آتا ہے قتال کا ذکر آتا ہے فی سبیل اللہ کا لفظ ضرور جڑا ہوتا ہے۔

4۔ اخلاص کی اہمیت کہ بغیر اخلاص کے فی سبیل اللہ ناقص ہے۔

5۔ مال غنیمت سے چوری کرنے کو غلول کہتے ہیں اور غلول کبیرہ گناہ ہے حرام ہے۔

6۔ غدر کرنا، عہد شکنی کرنا حرام ہے کبیرہ گناہ ہے۔

7۔ میدان جنگ میں کافروں کی مثلہ کرنا اُن کے جسم کو کاٹنا اذیت دینا حرام ہے۔

میں مردہ کی بات کر رہا ہوں مثلہ مردہ کا ہوتا ہے زندہ کا نہیں ہوتا اور آپ دیکھ سکتے ہیں غور کر سکتے ہیں کہ زندہ انسان کو بم سے اڑا دینا خاص طور پر جو مسلمان ہوتا ہے مسلمانوں کو بم سے اڑانا اس کا کیا حکم ہو گا!

8۔ میدان جنگ میں بچوں کو قتل کرنا حرام ہے، میدان جنگ میں کافر بچوں کو، عورتوں کو قتل کرنا حرام ہے اِلا یہ کہ کوئی اور چارہ نہ ہو۔

ایک exception ہے شریعت میں کہ اگر کافر خود ڈھال بنا دے اپنے بیوی بچوں کو اور نہ تو وہ اسلام قبول کرتے ہیں نہ وہ جزیہ قبول کرتے ہیں لڑنا بھی چاہتے اور وار بھی کر رہے ہیں دور دور سے اور اپنے بچوں کو سامنے رکھا ہوا ہے تب ایک exception ہوتی ہے، ایسی صورتحال میں کہ وہ خود اُن کو مارنا چاہتے ہیں تب ایسی صورت میں آپ براہ راست بچے کو عورت کو نہ ماریں اگر سامنے آجاتے ہیں تب انہیں مارنے میں کوئی حرج نہیں ہے، ایک exception ہوتی ہے۔

9۔ میدان جنگ میں تین چیزوں کی طرف بلانا ضروری ہے، یہ تین چیزیں:

۱۔ اسلام کی دعوت۔

۲۔ اگر وہ انکار کریں تو جزیہ دیں۔

۳۔ اگر جزیہ کا انکار بھی کریں تو پھر ان کا مقاتلہ کریں۔

10۔ ہجرت کی اہمیت اور ہجرت واجب ہو جاتی ہے اُن مسلمانوں پر جو کفر کے ملک میں رہ کر اپنے اسلام اور دین کو قائم نہ کریں۔

11۔ غنیمت اور فیئ میں فرق کو جاننا اور مجاہدین کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انعام ہے۔

12۔ اللہ تعالیٰ کی ضمانت اور پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ضمانت کسی دشمن کو دینا جائز نہیں ہے۔

13۔ہر اجتہاد کرنے والا حق کو نہیں پاتا(ہر اجتہاد کرنے والا مجتہد حق کو نہیں پاتا)بعض اوقات اُس سے غلطی بھی ہو جاتی ہے۔

14۔جہاد عبادت ہے جہاد کی بھی شروط،ارکان اور واجبات اور ضوابط ہیں جن کو جاننا بہت ضروری ہے۔

15۔جہاد نبوی کو پہچاننا اور جاننا اور جہاد نبوی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہمیں سلف صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین، اتباع التابعین اور سلف الصالحین کے جہاد سے معلوم ہو گا۔

16۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رحمت للعالمین ہیں کہ پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میدان جنگ میں بھی رحمت کی باتیں کرتے ہیں پیاری باتیں فرماتے ہیں تاکہ کافر جو ہیں وہ بھی پیارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اس رحمت سے مستفید ہوں۔واللہ اعلم۔

سُبْحَانَكَ اللَّهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ

یہ رسالہ ڈاکٹر مرتضی بن بخش (حفظہ اللہ) کے آڈیو درس (103.کتاب التوحید) سے لیا گیا ہے۔سبق لسانی اور تعبیر کی غلطی کو درست کر دیا گیا ہے۔قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اگر کوئی اور غلطی نظر آئے تو ضرور آگاہ کریں اور اس خیر کے کام میں شامل ہو جائیں۔

mp3 Audio